Vol.4 No.1 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

انتظار حسین کی افسانہ نگاری: تحقیق و تجزیہ

FICTION WRITING OF INTAR HUSSAIN: RESEARCH AND ANALYSIS

محمد نعیم

پی ایچ۔ڈی اُردو اسکالر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر گلشن طارق

پروفیسر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Characterization is also described in Afsana Thandi Aag and in it, the stories in the collection of Na Asudah Kankri by Intizar Sahib appear to be complete and comprehensive in terms of their characters and events. Memories are glimpsed in Kinkri's legends, but in this collection of legends, memories seem stronger and more integrated than before. In this, the plot of the stories is comparatively stronger and more emotional than the collection of Gali Koche. As in the first fictional collection, the atmosphere of indecision that affected the form and purpose of the fiction does not appear in this one, and the events have come to a standstill. The features of fiction are prominent in it, which are considered to be the special features of Intar Hussain's fiction writing.

Keywords: *Characterization, Afsana Thandi Aag, comprehensive, comparatively, indecision, prominent, special features*

انتظار حسین کے پہلے دور کے افسانوں میں گلی کوچے انتظار حسین کا پہلا افسانوی مجموعہ خیال کیا جاتا ہے۔ اس افسانوی مجموعے یعنی گلی کوچے کا پہلا افسانہ قیوما کی دکان ہے۔ گلی کوچے کے افسانے کا آغاز ویرانی یا نقل مکانی سے نہیں ہوتا بلکہ اس کا آغاز گہما گہمی کے ماحول سے شروع ہوتا ہے۔ گھر کے ساتھ یعنی اندرونِ گھر کے کرداروں کے ساتھ ساتھ اس افسانے گلی کوچے کے کردار گھر کی باہر کی فضا میں بھی کردار کشی کے ساتھ بسے نظر آتے ہیں۔ قیوما کی دکان کے افسانے کی فضا عموماً قصباتی ماحول کے کرداروں کی عکاسی کرتی ہے اور ان کرداروں کے درمیان ہلچل کا ماحول بھی دکھائی دیتا ہے۔ قیوما کی دکان کے افسانے کے علاوہ یہ قصباتی اور ہلچل کی فضا ہمیں بن لکھی زرمیہ اور استاد کے علاوہ خرید و حلوہ بیسن کا میں بھی یہ فضا نظر آتی ہے۔ یہ تمام افسانے اپنا الگ الگ وجود رکھنے کے باوجود بھی ایک مجموعی شکل میں آپس میں منسلک دکھائی دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے مظفر علی سید جیسے بڑے نقاد نے انتظار حسین کے افسانوں کو ایک لڑی کے موتی قرار دیا ہے اور انہوں نے افسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک ہی قصہ قرار دیا ہے۔

ان افسانوں میں موجود ایک جیسی فضا کی وجہ سے ان میں یکسانیت کے پہلو نظر آتے ہیں۔ ان افسانوں میں راوی کی روایت نظر آتی ہے جس میں ایک فرد زیادہ بلند ادبی شعور اور تعلیم یافتہ لہجے میں بات کرتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ انداز اور اسلوب گلی کوچے کے افسانے "ایک بن لکھی زرمیہ" میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ افسانے "فجا کی آپ بیتی" میں بھی ایک مخصوص انداز بیان کیا گیا ہے اور اس کہانی میں اتنا دم نہیں کہ وہ اصل واقعات اور حالات کو اپنے اصل الفاظ میں بیان کر سکے مگر اس کہانی میں اپنایا گیا انداز اور لب ولہجہ ہی کہانی کے اصل واقعات کو بیان کرتا ہے۔

کردار نگاری کا اسلوب انتظار حسین نے اپنے افسانوی مجموعے گلی کوچے کے افسانے عقیلہ خالہ میں بیان کیا ہے۔ انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے گلی کوچے کے افسانوں میں موجود کرداروں، واقعات، اسلوب، اندازِ بیان، مکالمہ نگاری اور کردار نگاری کی وجہ سے انتظار حسین کے یہ افسانے لوگوں اور ادیبوں کیلئے ابہام پیدا کرتے ہیں۔ بجز ان کو افسانے کہنے کے خاکہ یا کہانی کا نام دینا زیادہ درست اور مناسب ہوگا کیونکہ انتظار حسین کے افسانوں میں کرداروں کا عکس زیادہ تر کردار نگاری اور مکالمہ نگاری کے اسلوب میں رنگا نظر آتا ہے۔ انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے میں کل گیارہ افسانے اور اس کے علاوہ دو غیر افسانوی تحریر بھی شامل ہیں۔ ان افسانوں کے نام اور غیر انسانی تحریروں کی تفصیل مندرجہ ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

Vol.4 No.1 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے "کنکری" میں یادوں کا رنگ گہرا مربوط دکھائی دیتا ہے۔اس میں یادیں زیادہ منضبط نظر آتی ہیں اور اس کے علاوہ اس میں کہانیوں کے سانچے مضبوط ہیں اور اس کے ساتھ واقعات بھی اپنی جگہ پورے دکھائی دیتے ہیں۔احساس بھی اپنے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔اس سے پہلے مجموعے میں بے قراری کا احساس پیدا ہوا تھا جبکہ اس افسانوی مجموعے میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا ہے۔ تہہ میں صورت نکل آئی ہے اور اس طرح افسانے کی اس شکل میں خدوخال نمایاں نظر آتے ہیں جو کہ مصنف انتظار حسین کا وصفِ خاص ہے۔

اماں گھر میں مصالحہ پینے کو بیٹھی انتظار کر رہی ہے جبکہ پنن پیسے کی ہلدی لے کر سیدھا گھر نہیں آتا۔اس سفر میں عطار کی دوائی سے لے کر سیاسی جلسہ کرنے والے اور بہت سے دوسرے اس کا راستہ روکنے والے بہت ہوتے ہیں۔پنن کا ہم راز "اصلاح" کا کلو ہے جسے پتنگ اُڑانے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ "محل والے" میں ثقافتی ابتری اور ہجرت کی تصویر بھی واضح ہے۔انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے "کنکری" میں شامل افسانوں کے بارے میں مختصر اور جامع خاکہ مندرجہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔افسانے "مجمع" میں درپیش آنے والی مشکلات اور مصیبتوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک بچے کو کھیل تماشے میں تباہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔پنن کو ہلدی لینے کے لیے بھیجا جاتا ہے اور وہ ہلدی کے پیسے لینے کے بعد گھر نہیں آتا۔ عطار کی دوائی اور سیاسی جلسے کے دوران تک اس کا راستہ روکنے والے بہت ہوتے ہیں۔پنن کو پتنگ اُڑانے کا بہت شوق ہوتا ہے۔

افسانے "پسماندگان" میں ایک دوست کی اچانک موت کے بارے میں لکھا گیا ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے دوسرے دوستوں کے افسوس اور غم کو بول چال اور مکالمہ نگاری کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ دوستوں کے درمیان بے تکلفی اور اس میں "جنگل" میں ایک خوف کو ظاہر کرتا ہے اور اس میں ممنوعہ رشتوں کی طرف جاتے جاتے چور قدم باہم تھم جاتے ہیں۔"یاں آگے درد تھا" اس افسانے میں بھی سیاسی فضاد کھائی دیتی ہے اور اس میں سیاسی تبصرہ خصوصاً بیان کیا گیا ہے لیکن فسادات سے پہلے کی فضا میں امن اور ایک کالج کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو ایک کالج کو مسموم بنا دیتی ہے۔ "آخری موم بتی" میں بوڑھی پھوپھی اور اس کے امام باڑے کی کہانی لکھی ہوئی ہے جبکہ "دیولا" اور "کیلا" میں بھی پہلے افسانوں کی طرح قصباتی فضا نظر آتی ہے۔اس کے بعد "کٹا ہوا ڈبا" میں بھی یہی ماحول کارفرما نظر آتا ہے۔

افسانہ ٹھنڈی آگ میں بھی کردار نگاری بیان کی گئی ہے اور اس میں انتظار صاحب کی ناآسودہ کنکری کے مجموعے میں موجود افسانے اپنے کرداروں اور واقعات کے اعتبار سے مکمل اور جامع دکھائی دیتے ہیں۔ کنکری کے افسانوں میں یادوں کی جھلک نظر آتی ہے لیکن اس افسانوی مجموعے میں یادیں پہلے سے زیادہ مضبوط اور مربوط نظر آتی ہیں۔ اس میں کہانیوں کا سانچہ نسبتاً گلی کوچے کے مجموعے سے زیادہ مضبوط اور پُر احساس ہے۔ جیسا کہ پہلے افسانوی مجموعے میں بے قراری کی فضا تھی جو افسانے کی فارم اور ہیت کو متاثر کرتی تھی اس میں دکھائی نہیں دیتی اور واقعات میں ٹھہراؤ آگیا ہے۔اس میں افسانے کے خدوخال نمایاں نظر آتے ہیں جو کہ انتظار حسین کی افسانہ نگاری کے خاص وصف تصور کئے جاتے ہیں ۔

محل والوں کی قسمت نے زور مارا۔ تین ایکڑ کا پلاٹ الاٹ ہو گیا۔پلاٹ ملنے کے ساتھ خوابوں کا دور ختم اور منصوبہ بندی کا دور شروع ہوا۔خواہشات کا منبع ہے۔افسانہ ٹھنڈی آگ کے بارے میں دیگر ادیبوں نے بھی لکھا ہے۔ہاجرہ مسرور نے ایک محفل میں مصنف کی موجودگی میں اس افسانے ٹھنڈی آگ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اسے یہ افسانہ آج بھی یاد ہے۔اس کے علاوہ اس افسانے "ٹھنڈی آگ" کا ذکر عظیم نقاد حسن عسکری نے بھی کیا۔اس کے بعد انتظار حسین کے افسانوی مجموعے کنکری کے افسانے "مایا" میں آسیب یعنی جادوگری اور سایہ گری کا عکس نظر آتا ہے۔اس کے علاوہ اس افسانے میں توہمات اور رسوم کی ابتدائی جھلک نظر آتی ہے جو آگے چل کر دوسرے افسانوں میں نمایاں نظر آتی ہے۔انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے کا افسانہ "ساتواں در" کو ایک مکمل افسانہ تصور کیا جاتا ہے۔ یہ افسانہ انتظار حسین کے افسانوں میں سے ایک خوبصورت افسانہ تصور کیا جاتا ہے جس میں ایک کبوتر ایک گھر کی کنگی پر رہتا ہے اور یہ کبوتر دو بچوں کو نظر آتا ہے۔اس کبوتر کے بارے میں امی جان نے یہ یقین دلایا کہ بیٹا یہ کبوتر نہیں ہے بلکہ سید صاحب ہیں۔اس کبوتر کے بارے میں امی جان کے بیان میں رسومات اور اعتقادات کی واضح صورت دکھائی دیتی ہے۔ کبوتری کا پکڑنا گناہِ اولین کی یاد دہانی دلاتا ہے مگر یہاں آدم اور حوّا ابھی نابالغ ہیں۔اس افسانے میں ایک ماروائی اور مافوق الفطرت فضاد کھائی دیتی ہے۔

اس کے بعد دن اور داستان افسانے لکھے ہوئے ہیں۔ دن اپنی نوعیت کے اعتبار سے مکمل اور جامع ہے اور نہ اس میں ترمیم کرنے کی گنجائش باقی ہے اور اس کو ایک کتاب کے طور پر پڑھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ جبکہ داستان ایک طویل کہانی سمجھی جاتی ہے جو کہ "دن" کے سامنے مانند پڑ جاتی ہے۔ان افسانوں میں انتظار حسین کا وہ لب و لہجہ دکھائی دیتا ہے جو کہانی کو مختصر کرنے کی بجائے طویل کرتا جاتا ہے۔ یہ صورتِ حال انتظار حسین کے ناولوں میں زیادہ واضح نظر آتی ہے۔ "دن" اور "داستان" کو ایک مربوط قصہ

Vol.4 No.1 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

سمجھا جائے یا ان کو دو الگ الگ قصوں میں زبردستی تقسیم بھی کیا جائے تو پھر بھی یہ الگ الگ ایک مکمل کہانی کی حیثیت کے حامل ہوں گے۔ انتظار حسین کے افسانے "دن" کے بارے میں ڈاکٹر سلیم الرحمٰن لکھتے ہیں۔

"ماضی اس کے تیئں لمبی راتوں اور کڑی دوپہروں کا ایک سلسلہ تھا۔ بیچ بیچ میں کوئی بھیگی صبح، کوئی بارش سے شرابور دن مانند ہوتی، دوپہریں گلی گلی کھیت کا سفر، راتیں کالا سفر، بے فرسنگ، بے سمت، سوتے جاتے ہنکارتے مسافر، کبھی رُت جگا اور کہانیاں، کبھی خواب کا عالم کہ آنکھیں بند ہیں اور چلے جاتے ہیں، کچھ خبر نہیں کہ کتنی دور نکل آئے، کتنی دور جانا ہے"(۱)

اس طرح انتظار حسین کا دوسرا افسانوی مجموعہ "کنکری" کے افسانوں کی کہانی اپنے اختتام کو پہنچتی ہے۔

"آخری آدمی" میں انتظار حسین نے کل گیارہ کہانیاں/افسانے لکھے ہیں اور اس میں ایک مضمون بھی تحریر کیا ہے۔ اس افسانوی مجموعے میں تحریر کردہ مضمون خود انتظار حسین کی اپنی شخصیت کے بارے میں ہے اور اس مضمون میں مصنف کے اپنے کرداروں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ انتظار حسین کے پہلے دور (1947ء سے 1967ء) کے اس افسانوی مجموعے کی اشاعت 1967ء میں ہوئی اور اس کے ناشر کا نام کتابیات لاہور ہے۔ اس افسانوی مجموعے کا دیباچہ انتظار حسین نے باقر رضوی کے بارے میں لکھا ہے "آخری آدمی" افسانوی مجموعے کا آغاز قرآن پاک کی آیات مبارکہ سے شروع ہوتا ہے۔

"آخری آدمی" میں سماجی اور سیاسی حالات یکسر بدلے نظر آتے ہیں۔ اس میں پہلے والی کشمکش نظر نہیں آتی۔ اس کی کہانیوں کی ہوا ہی بدل چکی ہے۔ اس میں وہ یادیں اور قصبہ نظر نہیں آتا اور نہ وہ گلیاں اور محلے اور نہ ہی وہ کھیل تماشے۔ اس کے علاوہ نہ ہی وہ ہجرت کے قصے ہیں۔ اس مجموعے میں منفرد کہانیاں لکھی گئی ہیں۔ اس افسانوی مجموعے کا افسانہ "زرد کتا" ہے جس کا اسلوب و بیان "آخری آدمی" سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔ اس افسانے میں ملفوظات اور اولیاء کے قصے بیان کئے گئے ہیں اور یہ افسانہ اولیاء کرام کی روایات کی عکاسی کرتا ہے۔ اس افسانے کی کہانی کے کردار اور فضا اولیاء کرام سے منسوب ہیں مگر نفسِ مضمون سراسر معاصر ہے۔ زرد کتا افسانے کا آغاز کچھ اس طرح ہوتا ہے۔

"ایک چیز لومڑی کا بچہ ایسی اس منہ سے نکل پڑی۔ اس نے اسے دیکھا اور پاؤں کے نیچے ڈال کر روندنے لگا، وہ جتنا روندتا تھا اتنا وہ بچہ بڑا ہوتا جاتا۔"(۲)

افسانے کے آغاز کے بعد راوی نظر آتا ہے اور راوی اپنے شیخ سے دریافت کرتا ہے۔

"یا شیخ لومڑی کے بچے کی رمز کیا ہے؟ اور اس کے روندے جانے سے بڑے ہونے میں کیا بھید مخفی ہے؟ تب شیخ عثمان کبوتر نے ارشاد فرمایا کہ لومڑی کا بچہ تیرا نفسِ امارہ ہے، تیرا نفسِ امارہ جتنا روندا جائے گا موٹا ہو گا"(۳)

افسانے "زرد کتا" سے ایک اور اقتباس پیش ہے۔

"میں یہ سن کر عرض پرداز ہوا۔ یا شیخ زرد کتا کیا ہے؟ فرمایا۔ زرد کتا تیرا نفس ہے۔ میں نے پوچھا یا شیخ نفس کیا ہے؟ فرمایا۔ نفس طمع دنیا۔ میں نے سوال کیا یا شیخ نفسِ طمع دنیا کیا ہے؟ فرمایا طمع دنیا کی پستی ہے۔ میں نے استفسار کیا یا شیخ پستی کیا ہے؟ فرمایا پستی علم کا فقدان ہے۔ میں ملتجی ہوا۔ یا شیخ علم کا فقدان کیا ہے؟ فرمایا۔ دانش مندوں کی بہتات۔ میں نے کہا یا شیخ تفسیر کی جائے۔ آپ نے تفسیر بصورتِ حکایت فرمائی کہ نقل کرتا ہوں"(۴)

یہ اندازِ بیان متواتر چلتا جاتا ہے اور افسانے کی ہوا کو اسی رُخ میں قائم رکھ کر آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اسی اندازِ بیان کی ایک اور صورت افسانے "زرد کتا" کے ایک اور اقتباس سے دکھائی دیتی ہے۔

"اے شہر تیرا بُرا ہو۔ تو نے عالموں کو موچی اور موچیوں کو عالم بنا دیا اور پھر خود کفش سازی کا سامان خریدا اور اس عالم سے قریب ایک کوچے میں جوتیاں گانٹھنے بیٹھ گئے۔

یہ حکایت میں نے سنی اور سوال کیا؟

یا شیخ عالم کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا۔ اس میں طمع نہ ہو۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

عرض کیا۔ طمع دنیا کب پیدا ہوتی ہے؟

فرمایا۔ جب علم گھٹ جائے۔

عرض کیا۔ علم کب گھٹتا ہے؟

فرمایا۔ جب درویش سوال کرے، شاعر غرض رکھے، دیوانہ ہوش مند ہو جائے، عالم تاجر بن جائے، دانش مند منافع کمائے (۵)

انتظار حسین کے افسانوی مجموعے "آخری آدمی" کے افسانے سیکنڈ راؤنڈ میں کردار ستمبر 1965ء کی جنگ کی عکاسی کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس افسانے کی کہانی محدود ہو جاتی ہے۔ اس کہانی میں غم، دکھ اور ایک انسان کو درپیش آنے والے مصائب کے بارے میں بیان کیا گیا ہے اور اس افسانے میں ہجرت اور یادیں کہیں گم ہو کر رہ گئی ہیں جبکہ اس افسانوی مجموعے کے ایک اور افسانے "سوت کے تار" کا حال بھی کچھ اس افسانے "سیکنڈ راؤنڈ" کا سا ہی ہے۔ اس افسانے "سوت کا تار" میں بھی جنگ کے ماحول کی عکاسی کی گئی ہے اور افسانے کے کردار بھی ہجرت اور یادوں سے بہت دور چلے گئے ہیں اور ایک نامعلوم خاموشی اور سناٹے میں کھو گئے ہیں۔ اس میں تمام انسانی صورتِ حال کو عکس بند کرنے والی کہانیوں کے بعد ایک مخصوص تاریخی لمحے کی بے دلی اور اداسی کم اداسی کی بھی حیثیت کم دکھائی دیتی ہے۔ لیکن بہر حال ان کہانیوں کی یہ اہمیت کیا کم ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب زورِ خطابت میں کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی، یہ انسان وسوسے اور اندیشوں کی کہانیاں ہیں۔

"ہڈیوں کا ڈھانچہ" بھی اپنے مرکزی علائم لوک قصوں سے حاصل کرتا ہے۔ اس میں کہانی لوک قصوں کی حد عبور کر کے خارجی حقیقت کی دنیا کی بھی عکاسی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اس میں ہوٹل اور ریستوران لوگوں کے ہجوم سے بھرے پڑے ہیں اور اس کے علاوہ ہوٹلوں اور ریستوران میں طرح طرح کے کھانے میسر ہیں لیکن اس کے باوجود ایک کردار بھوک کے مارے ڈھانچہ بنا جا رہا ہے۔ اسی طرح کی بیماری بھوک کی عکاسی اور منظر کشی حسنِ منظر نے اپنے افسانے "سوئی بھوک" میں بھی بیان کی ہے جس میں بھوک، سیاسی محرومی کا نعم البدل بنتی نظر آتی ہے۔ اس طرح کا ایک اور قصہ ہمیں "ہم سفر" کے افسانے سے بھی دکھائی دیتا ہے۔

انتظار حسین نے بھوک کی کیفیت کی عکاسی بڑے شاندار پیرائے میں اپنے اسی مجموعے کے ایک اور افسانے "ٹانگیں" میں بھی بیان کی ہے۔ اس میں یہ صورت حال اتنی زیادہ گہرائی میں نہیں بیان کی جاتی کہ اس کے کردار تانگے والے کی افرادیت میں ضم ہو جاتی ہے اور مصنف بجائے بھوک کی کیفیت اور صورتحال کو بیان کرنے کی بجائے اپنے کردار کی معصومیت کو فوکس کرتا ہے۔ وہ اس کردار کی باتیں، قصے اور گپ شپ کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کردار کی معصومیت اور اعتبار راوی کے شک اور بے یقینی سے ٹکرا کر پوری کہانی کو ایک نئے رخ پر لے جاتے ہیں۔ اس کہانی میں حقیقت نگاری، گہری رمزیت کی عکاسی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس افسانے کی کہانی میں ہمیں دن کے رنگ بھی صاف نظر آتے ہیں اور رات کے رنگ بھی نظر آتے ہیں۔

انتظار حسین نے خارجی کردار نگاری کی عکاسی دوبارہ "پرچھائیں" میں کی ہے۔ اس افسانے کے کردار مبہم، شک بھرے اور دھندلا کردار کی عکاسی کرتے ہیں اور یہ کردار نگاری قاری کو ایک لُک چُھپ لُک چُھپ کے کھیل میں مبتلا کر ڈالتا ہے۔ کہانی وہم میں گم ہو جاتی ہے۔ دھوپ ہے یا چھاؤں، دنیا ہے یا وہم کہانی وہم کی حق کی عکاسی کرتی نظر آتی ہے۔

وہم کے بارے میں افسانے کے ایک مختصر اقتباس سے یہ بات جانی جا سکتی ہے۔

"وہم تھا، اس نے سوچا، ورنہ یوں بھی کہیں ہوا ہے؟" (٦)

اس طرح اس افسانے کیپ وری فضا وہم و گمان کی صورت حال کی عکاسی ہے۔ مصنف کے افسانے "آخری آدمی" میں اخلاق کے زوال کی عکس بندی کی گئی ہے اور اس میں قصص الانبیاء۔ اس نے سمندر سے فاصلے پر گڑھا کھودا اور اس گڑھے کو سمندر سے ملا دیا۔ اس نے اس گڑھے میں جمع شدہ مچھلیوں کو پکڑ لیا اور سبت کے دن یہ کام سرانجام دیا اور اس جرم کی پاداش میں بندر بنا دیا گیا۔ الیاسف نے بستی سے بھاگ کر جنگل میں چھپنے کی کوشش کی لیکن جب اس نے اپنے آپ کو پانی میں دیکھا تو اس نے کہا کہ میں ہوں۔ اس وقت الیاسف بندر کی جون اختیار کر چکا تھا اور وہ بندر بن چکا تھا افسانے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

Vol.4 No.1 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"اس دن اسے خیال آیا کہ کاش بستی میں کئی ایک انسان ہوتا کہ اسے بتا سکتا کہ وہ کس جون میں ہے اور یہ خیال آنے پر اس نے اپنے تئیں سوال کیا۔ آدمی بنے رہنے کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ آدمیوں کے درمیان ہو۔ پھر اس نے خود ہی جواب دیا کہ بے شک آدم اپنے تئیں ادھورا ہے کہ آدمی، آدمی کے ساتھ بندھا ہوا ہے اور جو جس میں سے ہے ان کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور جب اس نے یہ سوچا تو روح اس کی اندوہ سے بھر گئی اور پکارا کہ اسے بنت الاخضر تو کہاں ہے کہ تجھ بن میں ادھورا ہوں۔ اس آن الیاسف کو ہرن کے تڑپتے بچوں اور گندم کی ڈھیری اور صندل کے گول پیالے کی یاد بے طرح آتی ہے"(۷)

اور عہد نامہ قدیم کے اسلوب و بیان کے کرداروں کی عکاسی کی گئی ہے۔انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے کے ایک اور افسانے "آخری آدمی" میں اولیاء کرام کے قصے بیان کئے گئے ہیں اور اس میں "قصص الانبیاء" کے انداز سے اور عہد نامہ قدیم کے اسلوب اور کرداروں کے حوالے سے عکاسی کی گئی ہے مگر یہ موضوع اور اسلوب افسانے کے لئے نیا نہیں ہے کیونکہ عرصہ دراز پہلے سے یہ اسلوب اور اندازِ بیان اردو افسانوں میں اختیار کیا جارہا ہے لیکن اس افسانے کا موضوع مصنف کی پہنچ اور اندازِ بیان مختلف قسم کا ہے۔افسانے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"الیاسف اس قریے میں آخری آدمی تھا۔ اس نے عہد کیا تھا کہ معبود کی سوگند میں آدمی کی جون میں پیدا ہوا ہوں اور میں آدمی ہی جون میں مر دوں گا اور اس نے آدمی کی جون میں رہنے کی آخری دم تک کوشش کی۔"(۸)

انتظار حسین کے افسانوی مجموعے "آخری آدمی" کے افسانے "زرد کتا" آدمی کی اس جدوجہد یعنی الیاسف کے آدمی کو جن میں مرنے کی خواہش اور اپنے اس مقصد میں ناکامی کی عکاسی کرتا ہے۔ الیاسف اسی بستی کا رہنے والا ہے جس نے نافرمانی کی تھی۔انہوں نے "یوم ممنوع" یعنی سبت کے دن مچھلیاں پکڑی تھیں اور خوراک کی تلاش میں اس نافرمانی کی وجہ سے بندر بنادیئے گئے تھے اور وقت گزرنے کے بعد ان لوگوں کو بندر کی جون راس آنے لگ گئی اور وہ اپنی غلطی کے احساس سے آزاد ہو گئے۔ الیاسف اپنے آپ کو عقل مند اور دانا گردانتا تھا۔

1948ء تا 1967ء تک کے باقی افسانے (پہلا دور)

آخری آدمی کے ساتھ انتظار حسین کی تخلیقی زندگی میں ایک نیا ورق کھل جاتا ہے اور نئے تخلیقی دور کا آغاز ہوتا ہے لیکن نئے تخلیقی دور کی شروعات کے ساتھ ہی ابھی باقی مانندہ تخلیق کا سرمایہ ادھورا پڑا ہے جسے ترتیب دینا باقی ہے۔ انتظار حسین کے نئے تخلیقی سفر کے ساتھ انہی پچھلے ورق پر کئی ایک کہانیاں موجود ہیں جو لکھے جانے کے باوجود بکھری رہیں۔ان کہانیوں میں "شہرِ افسوس" سے لے کر "خالی پنجرہ" تک ان کی دوسری کتابوں میں آئی ہیں لیکن تھیم کے اعبار سے اور اسلوب و بیان کے اعتبار سے یہ کہانیاں ان کہانیوں سے منسلک ہیں جو اس وقت کی کتابوں سے منسلک ہیں۔ ان کہانیوں میں ابتدائی درکی "بیریم کاربونیٹ" سے لے کر "قدامت پسند لڑکی" تک کئی کہانیاں شامل ہیں۔

انتظار حسین نے اپنے افسانوی کلیات کو زمانی ترتیب سے یا کہانیوں کے لکھے جانے کے عرصے کی بجائے مجموعوں کے حساب سے ہی ترتیب دیا ہے۔ اس ترتیب کی وجہ سے یہ کہانیاں جگہ جگہ بے راہ لگی ہیں یعنی (1948ء سے 1967ء تک) کی بجائے۔ آئندہ ابواب یعنی آئندہ دور 1967ء سے تاحال کے دور میں ذکر کیا جائے گا تاکہ انتظار حسین کے پڑھنے والوں کو موجودہ کلیات کے حساب سے کہانیوں کو پڑھنے میں آسانی رہے۔

انتظار حسین کی افسانہ نگاری (1967ء سے تاحال 2016ء تک) (دوسرا دور) انتظار حسین کی افسانہ نگاری کا دوسرا دور 1967ء کے بعد شروع ہوتا ہے جو افسانہ نگار کی حیات تک محیط ہے یعنی انتظار حسین کی افسانہ نگاری کا اختتام ان کی موت 2 فوری 2016ء پر اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ انتظار حسین کی افسانوی مجموعے اور ان کے اشاعتی ادوار کے بارے میں اس امر کو ضروری قرار دیتے ہوئے ان کے قریبی دوست اور معروف نقاد مظفر علی سید نے ضروری قرار دیا ہے کہ :

"اتنے بہت سے افسانوں کے درمیان کوئی حدِ فاضل کھینچنا ہوگا"(۹)

انتظار حسین کے قریبی ساتھی اور معروف نقاد مظفر علی سید ان کی اس تاویل کو قبول کرتے ہوئے جس کے مطابق انتظار حسین نے 1971ء کو اپنی زندگی کا ایک اہم موڑ قرار دیا ہے اور 1947ء سے لے کر 1971ء تک کے زمانے کو اپنا ابتدائی دور قرار دیا ہے۔ اس صراحت کے ساتھ کہ

Vol.4 No.1 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"پہلے کی تحریریں اب بہت کچی لگتی ہیں اور 65ء کے فورا! بعد کی بہت سی کہانیاں ناکام رہیں"(۱۰)

مشور نقاد مظفر علی سید نے اپنے مطالعے "جہنم کہانیاں" کے ساتھ ان افسانوں کو بھی شامل کر دیا ہے جو بعد کی کتابوں میں لکھی گئی ہیں یعنی وہ افسانے جو انتظار حسین نے اپنے پہلے دور میں لکھے تھے۔انتظار حسین نے ان کو اپنے دوسرے دور میں شامل کر دیا ہے جس کے بارے میں بتاتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"تاریخی ترتیب پر اصرار کسی تخلیقی مصلحت کی بنا پر نہیں،اس وجہ سے ہے کہ انتظار حسین کے افسانوں کا عصری حوالہ ان کی ایک ایسی خصوصیت ہے کہ جسے نظر انداز کر کے کسی گہری تہذیبی معنویت تک نہیں پہنچا جا سکتا"(۱۱)

انتظار حسین کی افسانہ نگاری میں جو تبدیلیاں اور محرک پیدا ہوئے وہ ان کے پہلے دور کے افسانوی مجموعے "آخری آدمی" میں بھی نمایاں تھیں لیکن اس عمل کی صاف اور واضح صورت ان کے دوسرے دورے کے پہلے افسانوی مجموعے "شہرِ افسوس" میں نظر آتی ہے۔انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے میں شامل افسانے کچھ پہلے دور (پرانے) اور کچھ دوسرے دور (نئے) کے افسانے شامل ہیں۔

انتظار حسین کے دوسرے دور کے پہلے افسانوی مجموعے "شہرِ افسوس" کا آغاز ایک نئی کہانی/افسانے "وہ جو کھوئے گئے" سے ہوتا ہے جو انتظار حسین کی کہانیوں میں سب سے زیادہ بلیک ہے۔اس مجموعے میں کرداروں کی مصیبتیں واضح طور پر نظر آتی ہیں مگر ان کرداروں کی کوئی خاص شناخت نہیں ہے اور یہ کردار اپنے حالات کی وجہ سے اس قدر بے چہرہ ہو گئے ہیں کہ ان کی شناخت ان کے ناموں کی بجائے ان کے زخموں اور کسی دوسری حالت کی وجہ سے کی جاتی ہے جیسا کہ انتظار حسین نے اس افسانے میں ناموں کی بجائے حالات اور واقعات کی مدد سے ان کرداروں کی شناخت کروائی ہے۔زخمی سر والا نوجوان اور جس کے گلے میں تھیلہ پڑا تھا۔باریش آدمی اور وہ آدمی جوان کے ساتھ چلا تھا اور غائب ہو گیا تھا۔انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے کے افسانے "وہ جو کھوئے گئے" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"آخر باریش آدمی نے حوصلہ پکڑا اور کہا کہ عزیزو! شک مت کرو کہ شک میں ہمارے لئے عافیت نہیں ہے۔وہ بے شک ہمیں میں سے تھا مگر یہ کہ جس قیامت میں ہم گھروں سے نکلے ہیں اس ہیں کون کس کو پہچان سکتا تھا اور کون کس کو شمار کر سکتا تھا""کیا یہ ہمیں یاد نہیں"نوجوان سے پھر سوال کیا"کہ جب ہم چلے تھے تب کتنے آدمی تھے"اور کہاں سے چلے تھے"نوجوان نے ٹکڑا لگایا باریش آدمی نے اپنے ذہن پر زور ڈالا پھر بولا" مجھے بس اتنا یاد ہے کہ جب میں غرناطہ سے نکلا ہو"(۱۲)

انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے "شہرِ افسوس" کا افسانہ "کٹا ہوا ڈبا" میں بھی یادیں،ماضی کے قصے، سفر اور بہت سی ان کہی ہوئی باتوں کے علاوہ بہت سی دیگر آڑی ترچھی لکیروں سے بنی ہوئی ایک کہانی "کٹا ہوا ڈبا" ہے۔بہت دھیمے انداز میں لکھی ہوئی یہ کہانی ایک لاحاصل اور ناکام محبت کی ایک کہانی ہے۔محبت جو ایک پرچھائی کی صورت اختیار کر گئی اور اس میں یادوں کی بازیابی اور اس الم ناک فاصلے کی کہانی ہے۔اس کردار بندو اور مرزا صاحب سفر کے حال کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ وقت کی کئی سطحیں کھلتی جاتی ہیں اور اسی کے ساتھ کہانی ایک دھیمی صورت میں آگے بڑھتی جاتی ہے اور اس میں تکنیک یہ ہے کہ یہ کہانی آخر تک آتے آتے اپنی حقیقت کی طرف اشارہ کر کے اندھیرے کے قرب میں گم جاتی ہے۔

اس مجموعے کے ایک اور افسانے "دہلیز" میں مصنف نے تصویری واقعہ بننے اور موجودات کی دیا کی سرحد کے ساتھ سے رسومات اور توہمات کے ساتھ ایک پوری الگ بے پایاں اقلیم کی ادھوری شکل کہانی کے ساتھ ڈھلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔اس افسانے میں کوٹھڑی اور اندھیرے کو ایک نامعلوم دنیا سے منسوب کیا گیا ہے اور دہلیز کو شعور کی سرحد قرار دیا گیا ہے اور اس احساسات داخلی دنیا سے آتے آتے اسی دہلیز پر رک جاتے ہیں۔اس افسانے میں مرکزی کردار اندھیرے میں گھرے ہوئے ہیں اور جبکہ کچھ کردار اُجالے میں ہیں۔جیسا کہ تبو جو ایک ادھوری محبت لئے اس کہانی میں ایک سانپ کی طرح غائب ہو جاتی ہے۔افسانے "سیڑھیوں" میں اوائلی خوف اور عقائد کی ترجمانی کی گئی ہے۔اس کہانی کا مرکزی نقطہ خارج اور باطن کا آپس میں ٹکراؤ ہے۔اس افسانے کے کردار آپس میں باتیں کر رہے ہیں اور ان کی باتوں سے بہت سے بھید کھلنے لگتے ہیں۔"ساتویں در" کی صورت حال اس افسانے میں بھی موجود ہے جیسا کہ خواب کی صورت اور یہ پھر بھید بھری دنیا خود خواب ہے۔

Vol.4 No.1 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اس کے علاوہ اس مجموعے میں "دوسرا گناہ" اور "مشکوک لوگ" یہ دونوں افسانے "آخری آدمی" نے جو کامیابی حاصل کی یہ دونوں افسانے اس کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوئے اور اس کے بعد "کانا دجّال" اور "شرم الحرم" کے افسانے نے عرب کی جنگ کی شکست کا اثر دور دراز کے مسلمانوں کے سامنے بڑی مہارت کے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں جنگ کی شکست کے بعد پیدا ہونے والی فضا کے بارے میں بھی مصنف نے بڑے اعلیٰ انداز میں باآور کروایا ہے۔

"وہ جو دیوار کو نہ چاٹ سکے" یہ افسانہ مکمل طور پر حکایت پر مبنی ہے اور حکایت کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ اس افسانے میں عصری حالات پر خاصا تبصرہ کیا گیا ہے اور میں عصری میلانات، حالات وواقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ افسانے "اندھی گلی" میں 71ء کی جنگ کے بعد مایوس کن فضا کی عکاسی کی گئی ہے اور اس افسانے کے کردار الٹی ہجرت یعنی واپس ہجرت کر کے پہلے ملک میں نہیں جاسکتے کیونکہ وہ پہلے جہاں سے آئے تھے اب وہاں ان کو کوئی نہیں پہنچائے گا۔ وہ نعیم اور ارشد "اندھی گلی" کے دونوں کردار راہ گم کردہ ہیں مگر "شہرِ افسوس" کے کردار جان ہار چکے ہیں۔

"پہلا آدمی اس پر یہ بولا کہ میرے پاس کہنے کیلئے کچھ نہیں ہے کہ میں مر چکا ہوں"(۱۳)

اس کے افسانے "اپنی آگ کی طرف" میں کردار نے کہا تھا کہ میں مرنا نہیں چاہتا لیکن اب یہ انتخاب ان کرداروں سے چھین لیا گیا ہے اور ان کرداروں نے جو کچھ صہا ہے، ونا ہے اور جو دیکھا ہے اس نے اس سے اس کی انسانیت چھین لی ہے۔ افسانے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"دوسرے آدمی نے تیسرے آدمی کی حیرت کو یکسر فراموش کیا اور پانے اس جذبے سے معرّا لہجے میں پوچھا" پھر تو مر گیا"،

"نہیں میں زندہ رہا" اس نے بے رنگ آواز میں کہا۔ "زندہ رہا۔۔۔اچھا" تیسرا آدمی مزید حیران ہوا۔ ہاں میں نے یہ کہا، میں نے یہ دیکھا اور میں زندہ رہا"(۱۴)

"شہرافسوس" کی طرح انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے "کچھوے" میں بھی چند پرانی کہانیاں شامل ہیں۔ ان کہانیوں میں "قدامت پسند لڑکی"، "31/مارچ" اور "فراموش" پرانی کہانی ہیں۔ اسی وجہ سے یہ دوسری کہانیوں سے الگ تھلگ نظر آتی ہیں۔ اس مجموعے میں 31 مارچ میں ایک ناکام محبت کی عکاسی کی گئی ہے جبکہ "قدامت پسند لڑکی" میں ایک خاص کردار پر فوکس کیا گیا ہے۔ "قدامت پسند لڑکی" میں ایک خاص کردار پر فوکس کیا گیا ہے۔ "قدامت پسند لڑکی" ایک کردار، بلکہ ایک ٹائپ پر فوکس کرتی ہے۔ اس کی وضاحت کیلئے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"وہ چست قمیض پہنتی تھی اور اپنے آپ کو قدامت پسند بتاتی تھی۔ کرکٹ کھیلتے کھیلتے اذان کی آواز کان میں پہنچ جاتی تو دوڑتے دوڑتے رک جاتی، سر پر آنچل ڈال لیتی اور اس وقت تک باؤلنگ نہیں کرتی جب تک اذان ختم نہ ہو جاتی"۔(۱۵)

اس مجموعے کا اگلا افسانہ "فراموش" ہے۔ یہ کہانی زیادہ گہرائی میں لکھی گئی ہے اور اتنی آسانی سے قاری کی گرفت میں نہیں آتی۔ اس کہانی کی فضا مانوس ہے لیکن اس کا انداز دیگر پچھلی کہانیوں سے قدرے مختلف ہے۔ اس کی فضا میں ٹھہراؤ، حزن وملال کے علاوہ اس افسانے کے آخر میں انجینئر کے بیٹے کی موت سے کہانی کا ماحول اور زیادہ درد انگیز صورتِ حال اختیار کر لیتا ہے۔ اس مجموعے کی کہانی "بادل" اپنے انداز، الگ اسلوب اختیار کئے ہوئے ہے۔ اس کہانی میں ایک بچہ بادل کا انتظار کرتا ہے اور جب بچہ نیند میں ہوتا ہے بادل آتے ہیں اور اس کے بیدار ہونے سے پہلے ہی چلے جاتے ہیں۔ اس کہانی سے مصنف کے عروج کا پتہ چلتا ہے اور یہ مختصر کہانی اپنے اندر بھرپور تاثیر پیدا کرتی ہے۔ اس کہانی میں 71ء کی جنگ کے بعد کے حالات کی منظر کشی کی گئی ہے۔

"یار انور تم نے بتایا نہیں کہ کس نے یہاں کیا ہوا"۔

"جو ہوا وہ تم دیکھ ہی رہے ہو" انور نے آئس کریم کھاتے ہوئے طنز کے لہجے میں کہا" بیل باٹم رخصت ہو گیا فلیپر آ گیا"

"یہ چھوٹا واقعہ تو نہیں ہے"۔ جاوید بولا۔

"نہیں بہت بڑا واقعہ ہے"۔ انور کا لہجہ اور بھی طنزیہ ہو گیا۔ رُک کر بولا کیا خیال ہے تمہارا اس بڑے واقعے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"(۱۶)

Vol.4 No.1 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

افسانہ نیند بھی 1971ء کی جنگ کے بعد کے حالات و واقعات پر لکھی جانے والی کہانیوں "نیند" میں سے ایک ہے۔ نیند انتظار حسین کی اس دور کی کہانیوں میں کامیاب کہانی تصور کی جاتی ہے۔ اس افسانے میں بھی احساسِ جرم اور بعد میں پیدا ہونے والے رویوں کی بے حسی اُجاگر ہوتی ہے۔ افسانے "شور" میں بھی واقعیت کا اسلوب بڑی مہارت کے ساتھ انتظار حسین نے ایک شہر بدلتے ہوئے لینڈ اسکیپ کو اُبھارا ہے۔ اس کے بعد افسانے "صبح کے خوش نصیب" میں ایک مصیبت افسانے کے کرداروں پر حاوی ہوتی ہے اور ان کی ریل گاڑی جنگل میں رُک جاتی ہے اور ان کو پتا نہیں کہ اب ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اس صورتِ حال میں کرداروں کے ریوں اور گفتگو سے ان کے معاملات میں پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔ یہ کہانی انتظار حسین کی ان کہانیوں میں سے ایک ہے جس کو ایک سیدھے سادھے متن کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے لیکن ایک ان کہی بات کے طور پر سیاسی و معاشرتی صورت حال پر تبصرہ اس کی بنت میں شامل ہے۔ افسانہ "رات" اور "دیوار" حکائی انداز میں لکھی گئی ہے۔ "رات" کے افسانے کے کردار یاجوج، ماجوج اپنے کام کو لاحاصل اور لایعنی سمجھنے لگتے ہیں مگر ان کے پاس کرنے کے لئے اور کچھ نہیں۔ یہ کردار صبح سے ڈرتے ہیں اور رات سے معنویت حاصل کرتے ہیں۔ اس کے برعکس "دیوار" کے استعاراتی کردار یاجوج ماجوج پر رشک کرتے نظر آتے ہیں اور وہ دیوار کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ دیوار کے اس پار جانے کی حسرت انہیں بے کل رکھتی ہے لیکن جو دیوار کے اس پار جھانک لیتا ہے اس کے پاس قہقہے کے سوا کچھ نہیں رہتا۔

اس مجموعے کی کہانی "کچھوے" میں مصنف انتظار حسین کا فن ایک نئی رخ اور موڑ اختیار کر لیتا ہے۔ اس کہانی میں جاتک کتھاؤں کے اسلوب کی بازیافت کا رجحان ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اس مجموعے کے دوسرے افسانے "پتے" اور "واپسی" میں بھی انتظار حسین نے اسی اسلوب کو اپنایا ہے۔ اس کہانی میں موضوع یا ٹریٹ منٹ کے علاوہ ان کہانیوں میں جو تبدیلی رونما ہوئی ہے وہ اسلوب کے بیان کی تبدیل ہے جس کی وجہ سے کہانی الگ اور نمایاں نظر آتی ہے۔ اس کی زبان و بیان پر ہندی زبان کا اثر واضح نظر آتا ہے۔ کہانی سے ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے۔

> "وڈیا ساگر چپ ہو گیا تھا اس نے بھکشوؤں کو اونچی آوازوں سے بولتے سُنا، لڑتے دیکھا اور چپ ہو گیا۔ سُنتا رہا اور چپ رہا۔ پھر ان کے بیچ سے اُٹھا اور نگر سے باہر نگر باسیوں سے دور ایک شال کے پیڑ کے نیچے سمادھی لگا کر بیٹھ گیا اور کنول کے ایک پھول پر نظریں جمائیں جو پھولا، مسکایا اور مرجھا گیا۔ ایک پھول کے بعد دوسرا پھول، دوسرے کے بعد تیسرا پھول جس پر وہ درشتی جماتا وہ پھولتا، مسکاتا اور مرجھا جاتا۔ یہ دیکھ کر اس نے شوک کیا اور آنکھیں موند لیں۔ نسدن آنکھیں موندے بیٹھا رہا"(۱۷)

افسانے "کشتی" میں دیومالا کی قدرے مختلف اور توسیع شدہ امتزاجی صورت نظر آتی ہے جو اپنے معنیاتی اور پیرایہ بیان کے اعبار سے دیر افسانوں/کہانیوں سے الگ اور منفرد دکھائی دیتی ہے اور افسانہ مصنف کے باقی افسانوں میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اس افسانے میں کہانی اس تباہ کن طوفان کے بارے میں لکھی گئی ہے جس کا تذکرہ مذہبی روایات میں بھی ملتا ہے۔ جس میں انجیل، اسلام اور ہندو دھرم بھی شامل ہے۔ اس طوفان سے بچنے کیلئے کشتی بنانے کا عمل نجات کا وہ استعارہ ہے جو براہِ راست مذہبی صحائف اور اساطیر سے لیا گیا ہے۔ ان مذہبی روایات کو مصنف نے افسانے میں بڑی مہارت کے ساتھ پرویا ہے کہ وہ ایک استعارے کی صورت میں اختیار کر لیتی ہے جو ایک ہیرے کے کئے پہلو دکھائی دیتے ہیں۔ "کشتی" کے افسانے سے ایک چھوٹا سا اقتباس درج ذیل ہے۔

> "یہ طعنے سن سن لملک کے بیٹے نوح نے آخر زبان کھولی اور کہا کہ اے میری زندگی کی شریک ڈر اس دن سے کہ تیرا تندور ٹھنڈا ہو جائے اور تو آکر مجھے طوفان کی خبر سنائے اور بھور بھٹے منوجی یہ دیکھ کر بھوجک راہ گئے کہ مچھلی بڑی ہو گئی ار باسن چھوٹا رہ گیا"(۱۸)

نوح، حاتم طائی، منوجی، گل گامش، اتنا پشم سجھی اس بہتے، اُمڈتے پانی کے سامنے یکساں ہو گئے ہیں لیکن وہ مچھلی غائب ہو گئی ہے جو کبھی چھوٹی ہو جاتی اور کبھی بڑی۔ قدرتی آفت کے سامنے آنے والے لوگ ایک بار پھر اس کہانی کا قصہ ہیں۔

انتظار حسین کی فن افسانہ نگاری کا فن "گلی کوچے" اور "کنکری" سے "آخری آدمی" تک اور "آخری آدمی" سے "شہرِ افسوس" اور "کچھوے" سے "خیمے سے دور" تک مسلسل آگے بڑھتا جاتا ہے اور انتظار حسین کے نئے اور تازہ افسانوں میں قاری کو نئے اسلوب اور انداز دیکھنے اور پڑھنے کو ملتے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے مصنف انتظار

Vol.4 No.1 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

حسین ایک نامعلوم دنیا میں آگے بڑھتا جارہاہے اور اس منزل میں ہر بار چند قدم اور طے کرتا ہے۔ مصنف کے سامنے تسخیر کرنے کیلئے نئے جہان موجود ہیں۔ انتظار حسین کا افسانوی مجموعہ "خیمے سے دور" ایک ایسا مجموعہ ہے جو آگے جاتا محسوس نہیں ہوتا۔ اس مجموعے میں کوئی نیا فن اور اسلوب پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس میں پہلے سے حاصل شدہ فنی مہارتوں اور کامیابیوں کو دوبارہ برتنے کا عمل نظر آتا ہے۔ لیکن اس میں ٹھہراؤ کا مطلب زوال پذیر نہیں ہے۔ اگر مصنف نئے اسلوب اور انداز کو نہیں اپناتا لیکن پہلے سے موجود اسلوب پر قائم رہتا ہے اور اس اسلوب میں مزید کہانیوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے "خیمے سے دور" کا پہلا افسانہ "نرناری" ہے اور یہ افسانہ مصنف اور تجزیہ نگاروں کی نظر میں اہم ہے۔ اس افسانے کے اسلوب میں پچھلے افسانوں کا انداز ملتا ہے اور اس کا اسلوب تھا۔ "پتے" اور "کچھوے" کی طرح کا ہے۔ اس افسانے میں سروں کے ادلنے بدلنے کی کہانی کے بیچ یہ سوال اہم ہے کہ فرد کی ذات محض کس چیز کی ہوتی ہے اور اس شخص کی ذات کس حوالے سے جانی جائے گی۔ اس جسم سے کہ جس کا دھڑ اس کا ہے اور اس جسم سے کہ جس کا سر اس کا ہے؟ بھیا کون اور پتی کون ہے؟ اس افسانے میں روایتی کرداروں سے لی گئی صورت حال اور کرداروں کو انتظار حسین نے جدید اسلوب کے ذریعے تازہ دم کر دیا ہے۔ اس حوالے سے افسانے "نرناری" کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

> "دھاول اپنے کہے کو زیادہ دن نہیں نبھا سکا۔ زبان سے لاکھ کچھ کہتا اندر تو چور بیٹھا ہوا تھا۔ بس ایک پھانسی سی چھبتی رہتی، یہ تن کسی اور کا ہے، سر اپنا دھڑ پرایا۔ کیسی ان مل بے جوڑ بات ہے اور اسے اپنا پورا وجود ان مل بے جوڑ دکھائی پڑتا ہے۔ جب رات پڑے مدن سندری اس کے سنگ آرام کرتی تو وہ کشمکش میں پڑ جاتا کہ وہ تن کس تن سے مل رہا ہے۔"(۱۹)

اس پیش کردہ کردار میں ایک نفسیاتی رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن اس کردار کی الجھن سے نکلنے کا راستہ عجیب ہے۔ اس میں دھاول کہ رشی سیدھا مشورہ دیتے ہیں کہ جب تک نرناری، نرناری ہیں الجھن کس بات کی ہے، اس کردار کشی کا ایک اور نمونہ افسانے کے اقتباس سے مندرجہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

> "آنکھوں سے پردہ اُٹھ چکا تھا۔ بیچ جنگل سے گزرتے گزرتے دھاول نے مدن سندری کو ایسے دیکھا جیسے جگوں پہلے پرجاپتی نے اوشا کو دیکھا تھا اور مدن سندری دھاول کی ان۔۔۔ پھر نظریں دیکھ کر ایسی بھڑکی جیسے اوشا پرجاپتی کی آنکھوں میں لالسا دیکھ کر بھڑکی تھی کہ بھڑک کر بھاگی پھر واپسی ہوئی"(۲۰)

انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے "خیمے سے دور" کے افسانے/کہانیاں "پوراگیان" اور "برہمن بکرا" قدیم ہندوستانی داستانوں اور قصوں سے اخذ کی گئی ہیں۔ ان کہانیوں میں اصل قصے کے مواد کے ساتھ ساتھ قصے کا اسلوب اور انداز اپنے طور پر بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ "پوراگیان" میں مصنف انتظار حسین نے علم کی قدر و اہمیت پر روشنی ڈالی ہے اور وہ اس افسانے میں علم کی جستجو کو ختم نہ ہونے والا راستہ بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ "پوراگیان" کیسے ملا ہے کہ سومانو کو چاہیے کہ وہ چلتا رہے۔ افسانے "برہمن بکرا" کی امیج خالدہ حسین کے افسانے کی یاد دلاتی ہے کہ بکرے کے ایک ہی امیج دو افسانہ نگاروں کو الگ الگ راستوں پر لے جاتا ہے۔ اس افسانے میں "دھوپ" اور "برہ کی کہانی" کے یہ افسانے محبت کی کہانیاں ہیں اور ایک بار پھر معاصر واقعیت کی طرف لوٹ آتی ہیں۔ افسانے "برہ کی کہانی" محبت کی یاد بچھڑے ہوئے وطن کی یادیں میں گھل مل جاتی ہے اور بے سبب اداسی کا احساس پیدا کرتی ہے۔

افسانے سے ایک چھوٹا سا اقتباس ملاحظہ ہو۔

> "مگر اب پھر اُداسی کی گھٹا دل و دماغ پر چھائی چلی جاتی ہے۔ عالم وہی کچھ، سونے کا کچھ جاگنے کا کچھ اور اداسی کی گھٹا تھی کہ گہری ہوتی چلی جارہی تھی۔ اندر ہی اندر اُٹھتی ہوئی دکھ کی ایک تہہ اب میرا رشتہ اس کے ساتھ نہیں اس کے خواب کے ساتھ ہے اور وہ آدھے سوتے آدھے جاگتے ہیں بڑبڑایا، اسے بستی، اے عورت"۔(۲۱)

انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے کے اگلے افسانوں/کہانیوں "پلیٹ فارم"، "انتظار" اور "وقت" میں موڑ اور اسلوب ملتا جلتا نظر آتا ہے اور یہ کہانیاں/افسانے کوئی نئی طرز کی کامیابی حاصل کرنے کی بجائے اس سے پیش تر لکھی جانے والی کہانیوں/افسانوں کی قدر بدلی ہوئی صورت سامنے لے کر آتی ہے۔ افسانے "وقت" میں عہد کا سامان ہے اور اس کے اسلوب میں واقعیت کے عناصر بھی کارفرما ہیں۔ اس کے علاوہ حقیقت کا اسلوب اور افسانوی مجموعے کے افسانے "پلیٹ فارم" میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس

Vol.4 No.1 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

میں صورتِ حال نہ تو غیر واضح دکھائی دیتی ہے اور نہ ہی ماروائی۔ ریل کی پٹڑی پر نامعلوم وجہ سے رکی ہوئی ریل گاڑی کب چلے گی؟ اس میں سفر کے حوالے، دشواریاں اور سفر کے دوران درپیش آنے والے واقعات کو مصنف نے بڑے اعلیٰ انداز میں پیش کیا ہے۔ افسانے "چلیں" کا اسلوب اور انداز بھی پرانے قصے / کہانیوں کا انداز اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے لیکن اس افسانے میں کہانی پرانے یونانی قصبوں اور ہم کے اساطیر سے منسلک ہے نہ کہ ہندوستان قصے کہانیوں سے اور یہ افسانہ واحد اس طرز کا ہے کہ اس کا مواد مغرب کی کلاسیکی روایت سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس میں مصنف کا کمال یہ ہے کہ اس نے ان قصوں اور کہانیوں کو اپنے رنگ کے اسلوب اور بیان میں ڈھال لیا ہے اور یہ افسانے کہانیاں بجائے مغرب قصے کہانیوں کے ہندوستانی قصے کا کہانیوں کا اسلوب بیان کرتی ہیں۔

اس افسانوی مجموعے کی اگلی دو کہانیاں "پرانی کہانی" اور "خالی گھر" پہلے سے لکھی ہوئی کہانیاں ہیں جو اس سے پہلے کسی مجموعے میں شامل نہ ہو سکیں۔ اسی وجہ سے اس افسانوی مجموعے "خیمے سے دور" میں شامل کر دی گئیں۔ "خواب میں دھوپ" ان کہی باتوں اور پرانے معاملات کی دبی دبی خلش کی کہانی ہے جس کو مصنف نے اپنے دیگر افسانوں میں بہتر طور پر اجاگر کیا ہے جبکہ "حصار" بھی اس افسانوی مجموعے میں شامل ہے جو پہلے لکھی گئی تھی۔ لیکن کسی اور کتاب میں شامل ہونے سے رہ گئی۔

اس افسانوی مجموعے کی کہانی "سیڑھیاں" کے کردار کم عمر ہیں۔ مگر اس کہانی میں ایک نوجوان کا کردار زیادہ واضح ہے اور اس نوجوان کی الجھنیں بھی اس طرح ہیں کہ اس سے پہلے مصنف انتظار حسین کے افسانے میں کم ہی دکھائی دی ہوں۔ گزرتے ہوئے دن اور توہمات اس کردار کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے لیکن اب اس کردار کو آگے گلی محلے، کوچہ و بازار، معدوم بے نشان نہیں ہوئے، خارج سے ان کا رشتہ قائم ہے اور اس نے جو قصے سن رکھے ہیں ان کو فرضی سمجھتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے۔ اس صورتِ حال کے بارے میں افسانے سے ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے۔

> "وہ اپنے آپ سے خفا خفا چل رہا تھا۔ آخر یہ بھولے بسرے قصے باقی رہ گئے اور جن کا کوئی سر پیر نہیں، کیوں یاد آ رہے ہیں۔
> کن کھجورا کہیں دماغ کے اندر ہو سکتا ہے، آخر کیسے اور کیوں؟" (۲۲)

انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے "خیمے سے دور" کی ابتدائی دو کہانیوں، "سفرِ منزل شب" اور "خیمے سے دور" ایک خاص صورت حال میں مبتلا افراد کی کہانیاں ہیں۔ اس میں کرداروں پر صورتحال اتنی غالب آجاتی ہے کہ ان کی انفرادی شناخت مٹ جاتی ہے۔ افسانے "خیمے سے دور" میں کردار بے نام ہیں جبکہ افسانے "سفر منزلِ شب" کے کرداروں کے نام باضابطہ طور پر لکھے ہوئے ہیں مگر اس سے فرق نہیں پڑتا۔ یہ نام برائے نام ہیں اور اس انداز اور اسلوب کو مصنف نے کئی کہانیوں میں اپنایا ہے۔ "خیمے سے دور" کے کردار شک اور وہم کا شکار ہیں جبکہ "سفر منزل شب" کے کردار دوسرے وہم و شک کا شکار نہیں بلکہ انہیں شک اور وہم اپنے آپ پر بھی ہے۔

افسانہ نگار انتظار حسین کے دوسرے دور 1967ء سے 2016ء تک کا ایک اور افسانوی مجموعہ "خالی پنجرہ" ہے۔ انتظار حسین کا یہ افسانوی مجموعہ "خالی پنجرہ" 1993ء میں شائع ہوا۔ اس افسانے کی فضا امید اور مایوسی کے درمیان کشمکش کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اس افسانوی مجموعے میں بہت سے افسانے امید کی کرن کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔ مٹھو میاں اُڑ جاتے ہیں اور پنجرہ خالی ٹہنی پر جھول رہا ہوتا ہے۔ اس پنجرے میں پڑی پیالی کا پانی روز بدل دیا جاتا ہے۔ اس امید پر کہ شاید میاں مٹھو پھر واپس لوٹ آئیں۔ یہ کیفیت اور صورت حال ایک افسانے کی ہے اور خود مصنف انتظار حسین کی اپنی ذاتی کیفیت بھی ہے۔ پرندے اُڑ کر جا چکے ہیں اور صرف ان کی یاد رہ گئی ہے یا پھر ان کے واپس لوٹ آنے کی امید۔ اس افسانوی مجموعے تک آتے آتے افسانہ نگار کا فن ایسی علامتوں اور صورتحال کی عکاسی کرتا نظر آتا ہے۔

انتظار حسین کے اس افانوی مجموعے "خالی پنجرہ" کی چار کہانیوں میں قدیم ہندوستان کا افسانوی ماجرا افسانے کی طرز میں ڈھالا گیا ہے۔ اس مجموعے کا افسانہ "پچھتاوا" میں انسان کا جنم ہی ریان کا باعث ہے اور سارا پچھتاوا اسی پر ہے۔ مادھوں ماں کے پیٹ میں محفوظ ہے مگر سوالوں کا تجسس اسے اس جنت سے باہر دکھ کی نگری میں لے آتا ہے اور وہ جننے کے بعد پچھتاتا ہے کہ اسے پیدا ہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ یہ ساری مصیبتیں اور تکلیفیں اس کے پیدا ہونے کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ اس مجموعے کی کہانی "تذکرہ ارست خیز" افسانہ اور کہانی کم لگتی ہے جبکہ ایک پھیلا ہوا لطیفہ زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ افسانہ پرانے تذکروں کے طرز پر لکھا گیا ہے اور یہ تبصرہ موجود ادبی صورتحال پر ایک چبھتا ہوا تبصرہ معلوم ہوتا ہے اور اس میں پیروڈی کا رنگ بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

اس مجموعے کی کہانی "مجیدہ" ایک کردار کا مطالعہ ہے اور اس میں صرف ایک فرد کی کردار نگاری کی گئی ہے اور جبکہ اس مجموعے کا افسانہ "سمجھوتہ" ایک واقعی کی عکاسی کرتا ہے اور اس افسانے کا نفسِ مضمون اس خاص واقعہ کا احاطہ کرتا ہے اور اس مجموعے کے اگلے افسانے "آخری خندق" میں 1965ء میں اسلامی جہاد کا احساس کس طرح

Vol.4 No.1 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

لوگوں میں پیدا کیا گیا اور کیسے یہ احساس تلخ نااُمیدی میں بدل جاتا ہے اور اس افسانے کے نفسِ مضمون کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ آج کے قومی منظر نامے کیلئے ایک انتہائی مناسب علامت مہیا کرتی ہے اور اس کے برعکس اس میں ایک خندق ہے جو آہستہ آہستہ غلاظتوں کے ڈھیر میں تبدیل ہو رہی ہے۔انتظار حسین نے ایک بار پھر ہماری صورت حال کا ایک بر محل استعارہ عطا کیا ہے۔

انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے "خالی پنجرہ" کا دلچسپ افسانہ "بیریم کاربونیٹ" ہے۔اس افسانے میں مصنف انتظار حسین اپنے فن کے کمال درجے پر ہیں۔ پچھلے افسانے "حصار" کی طرح اس کہانی میں بھی انتظار حسین کا کمال ایک کھلا ثبوت پیش کرتا ہے۔اس افسانے میں ایک ایسے علاقے کا ذکر ہے جو ابھی نیا نیا آباد ہوا ہے۔یقینی طور پر اس علاقے کا اشارہ نئی آباد ہونے والی سلطنت پاکستان کے بارے میں ہے۔اس میں ایک واقعہ کا ذکر ہے جو محرم کے دنوں میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ محرم کے دنوں میں جمع شدہ غلہ اچانک غائب ہو جاتا ہے جو ہر جگہ موجود رہنے والے چوہے کی صورت میں سامنے آتا ہے اور جلد ہی سارا علاقہ چوہوں سے بھر جاتا ہے اور ان طاعونی چوہوں سے نجات حاصل کرنا اہم ترین فریضہ بن جاتا ہے جو ہر کس و ناکس کو اس محرک میں مبتلا کر دیتا ہے۔وہ طلسمی گولی جو اس علاقے کو چوہوں سے پاک کر سکتی ہے بیریم کاربونیٹ ہے اور یہ امریکہ سے درآمد کی جاتی ہے اور امیر اور طاقت ور لوگوں کے ذریعے کالے بازار پہنچ جاتی ہے۔

"نرالا جانور" میں ایک ناری پھر ترغیب بن کر سامنے آتی ہے اور جنمی کی تقدیر اسے مجبور کر دیتی ہے کہ اس کے ہاتھوں خون میں رنگے جاتے ہیں، کیا تقل تقدیر کی مجبوری ہے اور انسان اور ادارہ کچھ نہیں کر سکتا۔ویاس جی اس نتیجے پر پہنچتے ہیں۔افسانے "نرالا جانور" سے ایک اقتباس پیش نظر ہو۔

> "پھر ویاس جی آپ ہی ادا ہو گئے۔ڈھئی ہوئی آواز میں بولے۔آدمی نرالا جانور ہے، بدھی رکھتا ہے، بدھی کو کام میں نہیں لاتا، سمجھاؤ تو سمجھتا نہیں، منع کرو تو مانتا نہیں۔سو ہونی ہو کر رہی ہے"(۲۳)

اس کے بعد افسانہ "بندر کہانی" لکھا ہوا ہے۔اس کہانی کا مواد جاتک کتھاؤں اور لوک قصوں کے مواد سے لیا گیا ہے اور اس کے علاوہ "طوطا مینا کی کہانی" بھی "بندر کہانی" کی طرز کی کہانی ہے۔اس میں بھی جاتک کتھاؤں اور لوک قصوں کا ذکر ہے ان دونوں افسانوں میں کوئی نئی بات نظر نہیں آتی۔اس افسانوی مجموعے "خالی پنجرہ" کے ایک اور افسانے "مشکند" میں ایک اور راستہ ملتا ہے کہاں ہندو دیومالا کا سادھو اصحاب کہف سے مل جاتا ہے۔اس نوع کی ملاقات اس افسانے سے پہلے کے افسانے "کشتی" میں بھی ہو چکی ہے لیکن اس کہانی "مشکند" میں پرانی روایت کو نئی معنویت دیتی ہے اور فنی تہذیبی معنویت بھی جبکہ "بخت مارے" افسانے کا اسلوب موجودہ شہری بدامنی اور تناؤ کے پس منظر میں لکھی گئی ہے۔گھر میں گھس کر لوٹ مار کرنے والے نوجوان امی جی سے یہ بھی التجا کرتے ہیں کہ اس کیلئے دعا کریں۔اگلے دن اس نے ملازمت کیلئے انٹرویو دینا ہے لیکن یہ کہانی "بخت مارے" اس ایک بنیادی واقع کی توسیع ہے اور اس کے بعد آنے والی کہانی "داغ اور درد" کو پڑھ کر قاری کو یہ احساس ہوتا ہے کہ مصنف نے اس کہانی کو کم یاب کہانیوں میں شمار کیا ہے۔

انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعہ میں شامل کہانیوں اور افسانوں کا مختصر مگر جامع خاکہ مندرجہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے کا پہلا افسانہ "دائرہ" ہے۔یہ افسانہ "دائرہ" انتظار حسین کے پہلے افسانے "قیوما کی دکان" پر ایک نقطہ نظر سے تبصرہ بھی کرتا ہے اور اس افسانے کی بازید بھی ہے۔انتظار حسین افسانہ نگار کے طور پر یہ باآور کرانے کی کوشش کرتے رہے کہ وہ افسانہ نگار کے طور پر کس طرح مزید ارتقاء پذیر ہو سکتے ہیں مگر وہ ہوتے ہوئے رہ گئے۔لیکن اس خوب کی تعبیر میں پرانی بستی کے خواب نے ان کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اس صورت حال کو دوبارہ دیکھ سکیں مگر وہ پہلی اس کہانی میں اس آدمی کو دریافت کرتے ہیں۔اب کہانی کی تلاش اس کھوئے ہوئے آدمی کی تلاش ہے اور راوی/مصنف اپنے طور پر ایک ایک دلخراش مایوسی تک پہنچتا ہے۔اس صورت حال کی ایک مثال افسانے "دائرہ" کے ایک اقتباس سے ملاحظہ ہو۔

> "مگر ایک عمر تو ہو گئی۔پچاس سال ایک پوری عمر ہوتے ہیں۔اب عمر دینے والے سے ایک عمر اور مانگنی پڑے گی۔کربلا کتنی دور ہے جو گم گیا ہے وہ کب ملے گا؟ وہ ایک جو مستقل جُل دیئے رہتا ہے کب دکھائی دے گا؟ کب اس خواب کا جاگنے کے ساتھ ملاپ ہو گا؟ کب میں یہ کہانی لکھوں گا؟ یا اسی طور دائرہ میں چکر کاٹتا ہو گا"(۲۴)

"اللہ میاں کی شہزادی" افسانے میں مصنف انتظار حسین نے کہانی کے اندر آکر اس کے فریم کو توڑ دیا ہے۔انتظار حسین کے پچھلے افسانوی مجموعوں میں افسانوں کی طرح اس کہانی/افسانے میں بھی دو بچوں کی دید و دریافت سے شروع ہوتی ہے کہ وہ بارش ختم ہونے کے بعد گھاس اور چڑیا دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ اتنے میں ان کو بیر بہوٹی نظر آتی

ہے جو یوں پنچے سمیٹے سکڑے بیٹی ہے جیسی مر گئی ہو۔ مگر پُنن یہ جانتا ہے کہ وہ مکر کر رہی ہے اور پُنن اس کو بوتل میں مٹی سمیٹ بند کر کے گھر لے آتا ہے اور اس کے بعد وہ عشو کو بیر بہوٹی دے کر پیالے لے لیتا ہے۔ اس کہانی کا ایک چھوٹا سا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

> "بھیا، اب ہم تو پیالہ نہیں لیں گے، وہ جوٹھا ہو گیا، "کیسے جوٹھا ہو گیا" ؟ پُنن نے چڑ کر کہا۔ "اس میں تمہارا تھوک لوگ گیا ہے"۔ اس پر پنن بہت جھینپا۔ واقعی پیالے میں اس کا تھوک لگ گیا تھا۔ اس پر عشو نے فوراً ہی زبان نکال کر دکھا دی۔ "دیکھ کہیں میری زبان پر تھوک ہے"۔ پُنن کو عشو کی تیلی تیلی سرخ زبان اتنی اچھی لگی۔ وہ دل میں قائل ہو گیا کہ واقعی ہی عشو کی زبان کو دیکھا۔ اس لمس میں اسے بہت مزا آیا۔ اس کا جی چاہا کہ اپنی انگلی اس کی زبان پر اسی طرح رکھے رہے۔ اس نے انگلی کو زبان میں اور زیادہ پیوست کر دے اور پھر۔۔۔"
>
> اور پھر۔۔۔ مگر اچانک ٹی وی شروع ہو گیا اور اتنی اونچی آواز میں کہ ساری یادیں تتر بتر ہو گئیں اور تصور کا جو تار بندھا تھا وہ گھٹ کر ٹوٹ گیا" (۲۵)

مصنف کی بیوی ٹی وی دیکھ رہی ہے اور ان خبروں کے شور میں تصور کا جو وہ تانا بانا باندھنا چاہ رہی ہے۔ بار بار ٹوٹ جاتی ہے۔ ٹی وی کے شور میں کہانی گم ہو جاتی ہے۔ اس سے اگلا افسانہ "جبالا کا پوت" ہے اور یہ کہانی قدیم ہندوستانی دیومالا اور اساطیر سے حاصل کی ہوئی کہانی ہے جب کہ اس سے اگلی چند کہانیاں "کلیلہ دمنہ" کے قدیم قصے سے لی گئی ہیں اور ان دونوں گیڈروں کو موجودہ زمانے کی صورتِ حال کے بعض مسائل کا سامنا کرنا پڑ گیا ہے۔ وہ واقعی ہی ہٹ لسٹ پر ہیں کسی دہشت گرد کی نہیں بلکہ افسانہ نگار کی ہٹ لسٹ پر۔ دمنہ کیوں ہنسا، کلیلہ کیوں رویا، پھر کلیلہ چپ ہو گیا۔ کلیلہ اداسی سے ہنسا اور بولا۔

> "اے دمنہ وہ زمانہ تھا جب ہم بولتے تھے اور ہماری باتیں اور ہماری کہانیاں عرب و عجم تک سنی جاتی تھیں۔ اہلِ دانش کو ان میں حکمت کی رمزیں نظر آتی تھیں مگر وہ اہلِ دانش افسانہ بن گئے۔ اب شہر آدم زاد کے نعروں کی زد میں ہے اور جنگلوں میں زاغ و زغن کا شور ہے۔ اس طوفانِ بد تمیزی میں کس کے پاس کان رہ گئے ہیں کہ وہ کلیلہ اور دمنہ سے کہانیاں سنے۔ سوائے دمنہ میں نے تجھے تیرے حال پر چھوڑ دیا تو جانے تیرا نیا زمانہ جانے۔ میں نے کہانیوں کا باب بند کر دیا اور میں چپ ہو گیا اور اب میں اپنی خاموشی میں گم خود ہوں جو سنتا ہے اس کا بھی بھلا اور جو نہیں سنتا اس کا بھی بھلا۔ پھر کلیلہ چپ ہو گیا۔ اس نے آنکھیں موندھ لیں اور گم سم ہو گیا" (۲۶)

انتظار حسین کے اس افسانوی مجموعے "شہر زاد کے نام" کی ایک اور کہانی تکنیکی طور پر "مور نامہ" ایک طرز میں ایک نئی طرح کا کھلا پن ہے جو بظاہر ڈھیلا ڈھالا انداز معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے سفر کا حال واحوال پچھلی خلیجی جنگ کی ٹیلی ویژن ایمیجز اور ہندو دیومالا کے قصے اس کی تلاش میں شامل ہو جاتے ہیں۔ مور کا فطری حسن شاید وہ معصومیت لئے جو "جوہر اندیشہ" کی حامل دنیا سے رخصت ہوا جاتا ہے۔

اس افسانوی مجموعے میں شامل افسانے "میرے اور کہانی کے بیچ" میں انتظار حسین نے معاصر سیاسی صورت حال کی مداخلت کا شکوہ کیا ہے کہ اس صورت حال کی وجہ سے وہ نہیں لکھ رہے۔ لیکن اس کے بر عکس مصنف افسانہ نگار انتظار حسین نے اس صورت حال کو "مور نامہ" میں افسانہ بنا دیا ہے۔ یہ انتظار حسین کی ایک نئی کامیابی ہے۔ اس کے بعد افسانہ "شہر زاد کی موت" دراصل شہر زاد کی کہانی ہے۔ الف لیلہ کی یہ ہوشیار راوی اس مختصر سے افسانے میں اس بھید کو پا گئے ہیں کہ اس کی زندگی کہانی کے دم سے ہے۔ جہاں اس سے کہانی گم ہو گئی اس کیلئے زندگی کا امکان بھی ختم ہو گیا۔ اب ہم ایسی شہر زاد دیکھ رہے ہیں جو اپنی کہانی سنانے کا ہنر بھول چکی ہے۔

"ریزروسیٹ" اپنے موڈ اور ٹریٹمنٹ میں پچھلے مجموعے "خالی پنجرہ" کی کہانی "بخت مارے" کی یاد دلاتی ہے اور اس افسانے "ریزروسیٹ" میں بھی گھریلو خاتون شہری تشدد کو جھڑپ کرتی ہیں۔ اس افسانے میں بڑی بوا خواب دیکھتی ہے اور اپنے خواب سنائے جاتی ہے لیکن بڑی بوا جس سفر اور جس موت کا انتظار کر رہی ہے وہ ان کے پوتے کے مقدر میں لکھا ہوا ہے جو مسجد سے نکلتے وقت گولیوں کا نشانہ بن جاتا ہے۔ کاغذ کا شہر اور کاغذ کے لوگ اس داستانی قصے میں ملتے ہیں جس کا پورا نام ہے وارد ہونا شہزادہ تورج کا شہر

Vol.4 No.1 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کاغذ آباد میں اور عاشق ہونا ملکہ قرطاس جادو پر، یہ کہانی "طلسم ہوش ربا" کی کلاسیکی زبان سے لی گئی ہے۔اس کے علاوہ "ہم نوالہ "اور "مانوس اجنبی "ایک ہی کہانی کی دو مختلف صورتیں ہیں۔اس میں مصنف خودداری اور خود ہی کردار ہے۔اس میں چھوٹی چھوٹی چڑیاں ہیں جو کہانی کے ساتھ ساتھ اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔

حوالہ جات

1۔ محمد سلیم الرحمان،بحوالہ،آصف فرخی،ڈاکٹر،2006ء،انتظار حسین شخصیت اور فن،اسلام آباد،اکادمی ادبیات پاکستان،ص44
2۔ انتظار حسین،2016ء،آخری آدمی،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،ص27
3۔ ایضاً،ص27
4۔ ایضاً،ص31
5۔ ایضاً،ص33
6۔ ایضاً،ص45
7۔ ایضاً،ص24
8۔ ایضاً،ص17
9۔ مظفر علی سید،بحوالہ،آصف فرخی،ڈاکٹر،2006ء،انتظار حسین شخصیت اور فن،اسلام آباد،اکادمی ادبیات پاکستان،ص55
10۔ ایضاً،ص55
11۔ ایضاً،ص55
12۔ انتظار حسین،2011ء،شہر افسوس،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،ص90
13۔ ایضاً،ص209
14۔ ایضاً،ص209،210
15۔ انتظار حسین،2011ء،کچھوے،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،ص23
16۔ ایضاً،ص28
17۔ ایضاً،ص42
18۔ ایضاً،ص56
19۔ انتظار حسین،2012ء،خیمے سے دور،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،ص52
20۔ ایضاً،ص53
21۔ ایضاً،ص82
22۔ ایضاً،ص34
23۔ انتظار حسین،2008ء،خالی پنجرہ،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،ص34
24۔ انتظار حسین،2015ء،شہر زاد کے نام،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،ص25
25۔ ایضاً،ص89
26۔ ایضاً،ص142